جناب شفیق الاسلام فاروقی

نیو امریکن انٹر نیشنلزم
امریکہ کو باقی دنیا سے کیوں نفرت ہے.....؟

گرامی قدر جناب مولانا سمیع الحق صاحب: السلام علیکم۔
محط کے ہمراہ "نیو امریکن انٹر نیشنلزم' امریکہ کو باقی دنیا سے کیوں نفرت ہے" کے عنوان سے برطانوی اسلامی ماہنامہ میگزین "امپیکٹ" کا اردو ترجمہ ہے جو آج سے کچھ عرصہ قبل شائع ہوا تھا۔لیکن امریکی شیطانی ذہنیت سمجھنے کے لئے آج زیادہ تازہ ہے۔مناسب جانا کہ آپ جیسی علمی اور دینی شخصیتوں کے حلقہ میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں پھیلاؤں۔آپ کی اکنالجمنٹ ایک اعزاز ہوگی۔ والسلام خاکسار شفیق الاسلام

ماہنامہ "امپیکٹ" IMPACT لندن سے شائع ہونے والا ماہنامہ مغربی صحافت کے "نیوز ویک" "ٹائم" کے مقابلہ میں زیادہ خوبصورت بین الاقوامی اسلامی میگزین ہے۔جو میری رائے میں عالم اسلام کے ممالک کے لئے ایک تھنک ٹینک Think Tank میگزین ہے جس کی اشاعت کا مغربی صحافت کے مقابلہ میں جاری رہنا انتہائی اہم ضرورت ہے لیکن عالم اسلام کا المیہ ہے کہ دنیا بھر کے معروف وغیر معروف اداروں' سرکاری دفاتر میں فیشن کے طور پر "نیوز ویک" "ٹائم" "اکانومسٹ" وغیرہ ہفت روزہ میگزین دفاتر کی میزوں پر پڑا ہوا پائیں گے خواہ ان کا مطالعہ بھی نہ کرتے ہوں اور اگر کرتے ہوں تو انکے حوالہ سے اپنی سوچ بلڈ Build کرتے ہونگے۔حالانکہ ان کی خریداری بھی کہیں زیادہ مہنگی ہے۔لیکن اسلامی میگزینوں کی خریداری کو یا تو "اسراف" شمار کریں گے یا کوشش کریں گے کہ انہیں اعزازی طور پر جاری کیا جائے۔یہی المیہ چند ماہ پیشتر "امپیکٹ" کے ساتھ پیش آیا اور چند ماہ اشاعت معطل رہی۔اب دو ماہ قبل پھر جاری ہوئی ہے' کن صاحب دل افراد کی مدد سے یہ ادارہ "امپیکٹ" کو معلوم ہے۔لیکن اس نے اپیل کی ہے کہ ماہنامہ کے خریدار بنیں۔اسکے پبلشر اور مینجنگ ایڈیٹر معروف صحافی اور سکالر محمد حاشر فاروقی ہیں۔انکا ویب ایڈریس www.impact.magazine.com ہے۔اسوقت میرے سامنے اس کا اکتوبر 2002ء کا شمارہ ہے اور اہمیت کے لحاظ سے اب بھی ہر آرٹیکل اہم ہے۔لیکن اسوقت میں جناب احمد عرفان کا آرٹیکل New American

نیو امریکن انٹرنیشنلزم ۔امریکہ کو باقی دنیا سے کیوں نفرت ہے......؟

پیش کر رہا ہوں جس کے مطالعہ سے قارئین کرام محسوس کریں گے کہ امریکی صدر بش ایک ایسے جھوٹے غرور تکبر کا شکار ہو گیا جس کی کوئی انتہاء نہیں۔اس کے منحنی دماغ میں ایک ہی غلط سوچ کارفرما ہے کہ

میں دنیا کی بر و بحر کی قوتوں کا مالک . ہوں
پھر کیا وجہ ہے کہ دنیا بسر وچشم میرے حکم کی تعمیل نہیں کرتی

آرٹیکل کا آغاز ان الفاظ سے ہے کہ امریکہ کے بے سروپا پُر جلال اور عظیم ہونے میں کوئی کلام نہیں اور چند سال قبل جب وہ عالمی سطح پر سرد جنگ کا شکار تھا دنیا کے ممالک اس کے ساتھ تھے' لیکن اب دنیا نے کیوں اس کا ساتھ چھوڑ دیا ہے؟ یہ ایک ایسا سوال ہے' جس کا جواب بھی خود اس سوال میں ہے کہ تم اگر دوسروں سے محبت کے خواہاں ہو تو صرف اپنی نظروں میں اپنے آپ کو دلکش نہ سمجھو بلکہ یہ دیکھو کہ دوسرے تمہیں کن نظروں سے دیکھتے ہیں۔محبت کسی زور اور طاقت کا عمل نہیں' جس طرح انسانوں میں' مرد وعورت میں باہمی محبت کسی جبر وزیادتی سے نہیں پیدا کی جاسکتی اسی طرح قوموں اور انسانوں میں بھی محبت حکم کے ذریعہ پیدا نہیں کی جاسکتی۔

امریکی حکومت کے بالائی حلقوں نے یہ محسوس کر لیا ہے کہ نہ صرف مسلم ورلڈ کے عوام امریکہ کے خلاف جذبات کے حامل ہیں بلکہ روس اور یورپی ممالک بھی انہی رجحانات کے حامل ہیں۔ان سے عہدہ براء ہونے کیلئے گزشتہ دو ماہ سے ''یو ایس اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ'' کے شعبہ انٹیلی جنس اور ریسرچ نے خفیہ مجالس منعقد کیں۔ان مجالس میں کیا طے پایا اس کا علم نہ ہو سکا' البتہ ڈیپارٹمنٹ کے ترجمان مسٹر رچرڈ نے خود اس بات کا اظہار کیا کہ ڈیپارٹمنٹ جلد ایک دو روزہ کانفرنس منعقد کرے گا کہ دنیا میں جو انٹی امریکن جذبات بڑھتے جارہے ہیں اس کے کیا اسباب ہیں؟ امریکی حکومت ان کو کن معنوں میں لیتی ہے اور ان کو دور کرنے کے لئے کیا اقدامات کرتی ہے؟

اس کانفرنس کا انعقاد دنیا کو لاعلم رکھتے ہوئے 5 اور 6 ستمبر کو اغلباً واشنگٹن میں کیا گیا۔مدعوئین کی تعداد بیس سکالرز اور دیگر پچاس افراد چوٹی کے امریکن اور غیر امریکن تھنک ٹینکس کے علاوہ سرکردہ امریکی فوجی جرنیل تھے یہ بالکل خفیہ کانفرنس تھی جس کی مقصدیت اور اس کے حاصل ہونے والے نتائج کو کیا شکل دی جائے گی' ان کو بھی ظاہر نہیں ہونے دیا گیا۔

البتہ سب سے زیادہ دلچسپ امر یہ ہے کہ جو 70 شرکائے کانفرنس تھے ان میں سے صرف ایک شخص کا نام سامنے آسکا جس نے خود اس کا اظہار کیا' وہ ہے بدنام زمانہ بھگوڑا سلمان رشدی۔لیکن اس کانفرنس کے بارے میں سلمان رشدی کا یہ کہنا تھا کہ ماسوائے بش انتظامیہ کی خارجہ پالیسی کے اپنے غلط اندازوں کے' بش انتظامیہ نے اپنے

خلاف انٹی امریکن ازم کا جو شور مچا رکھا ہے وہ نری بکواس (Balderdash) ہے۔اس نے تو اسے ''گالی'' کہنے تک دریغ نہیں کیا۔ایسی ''گالی'' جس کا کوئی سر پیر نہیں اور جو لوگ بش انتظامیہ میں انٹی امریکن ازم کا شور مچا رہے ہیں۔ان کی سوچ میں تضاد' نفاق' گمراہی اور سوقیانہ پن ہے۔بہ الفاظ دیگر اگر کوئی مسئلہ ہے تو وہ امریکہ کی پالیسی کا نہیں بلکہ ان لوگوں کا پیدا کردہ ہے جن کی سوچ میں تضاد' منافقت' گمراہی اور سوقیانہ پن ہے۔ جہاں تک عراق کا معاملہ ہے مغرب کا یہ خوشامدی نقیب بھی یہ کہے بغیر نہ رہ سکا کہ:

''جارج بُش اتنی بڑی غلطی کا ارتکاب کرے گا' جس کے نتیجہ میں پوری نسل ہی انٹی امریکن ازم پلیگ کا شکار ہو جائے گی اور اس وقت بھی انٹی امریکن ازم کی جو بیماری ہے' اسے اچھی صحت سے تعبیر کیا جائے گا''

حقیقت یہ ہے کہ تمام دنیا جو امریکہ سے مایوس اور بددل ہوتی جارہی ہے وہ اس کی دنیا بھر کی اقوام اور انسانوں کے خلاف فرعونی رویہ اور بچھو کی طرح ڈنک مارنا ہے ورنہ تھوڑا ہی عرصہ قبل لفظ ''انٹی امریکن'' کا کوئی وجود نہ تھا بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ ''انٹی امریکن ازم'' کی اصطلاح خود امریکی دماغوں کی پیدا کردہ ہے تو غلط نہ ہوگا۔اس اصطلاح کے ذریعہ ان فرعونی دماغوں کی بین الاقوامی تعلقات کے بارے میں یہ کوشش ہے کہ کون اس پیمانہ پر پورا اترتا ہے اور کون نہیں جس کے مطابق اسے نوازا جائے یا سزا دی جائے۔چنانچہ جو افراد اور اقوام بین الاقوامی قوانین وقواعد کے مطابق ان فرعون مزاجوں کے مطالبات اور احکامات کی سرتابی کریں ان کو ''انٹی امریکن'' قرار دیئے جانے کے ساتھ انہیں بین الاقوامی مجرم قرار دیا جائے اور امریکہ کی اس سوچ کو مقدس اور کسی بھی غلطی سے ماورا سمجھ کر اس پر من وعن ایمان لایا جائے۔

اس بارے میں ''انٹی امریکن ازم'' کو ''سامی نسل'' کے خلاف ہونے کے مترادف قرار دیئے جانے کی بھی کوشش کی گئی۔گویا کہ انٹی امریکن ازم ایسی ہی برائی ہے جیسا کہ خلاف سامی النسل (قوم یہود کے خلاف ہونا) اور دنیا میں کوئی بھی اسرائیلی وزیراعظم ایریل شیرون اور صیہونی ریاست اسرائیل کی کھلی دہشت گردی کے خلاف زبان کھولنے کی جرات نہ کرے جو وہ فلسطینیوں کے اپنے مقبوضہ وطن فلسطین میں امریکی حمایت کے ساتھ فلسطینیوں پر بے پناہ اور ناقابل بیان مظالم کی شکل میں توڑ رہے ہیں۔اگر ایسا کیا گیا تو اسے ''انٹی امریکن ازم'' اور ''خلاف سامی النسل'' گناہ قرار دیا جائے گا۔جو دونوں ناقابل معافی ہیں۔

امریکی حمایت کے ساتھ اسرائیلی مظالم کے جوڑ میل پر نکتہ چینی اور اعتراضات ڈربن (جنوبی افریقہ) کے مقام پر ستمبر 2001ء میں نسل پرستی کے خلاف منعقدہ کانفرنس میں ہوئے جہاں ان دونوں ''گناہوں'' کو ایک ''گناہ'' قرار دیا گیا' جن کا رشتہ کلنٹن کے دور سے ہی شروع ہو گیا ہے۔لہذا بش انتظامیہ کے لئے یہ خاص دردسری کی بات نہ تھی لیکن بات اب کہیں آگے بڑھ گئی ہے' جس کا مظاہرہ جوہانسبرگ Johansburg (جنوبی افریقہ) کے مقام

پر 26 اگست تا 24 ستمبر 2002ء کی عالمی سطح کی امریکہ "ڈیویلپمنٹ" کانفرنس میں مشاہدہ میں آیا جن میں امریکہ کونشانۂ تضحیک بنایا گیا۔ حالانکہ امریکہ کی نمائندگی سیاہ فام وزیر خارجہ کولن پاول کر رہے تھے۔

ڈربن کے مقام پر امریکہ اور اسرائیل کی نسلی امتیاز کی پالیسی کو انسانی حقوق کی یو این آئی کمشنر سبکدوش ہونے والی پریذیڈنٹ میری رابنسن تحفظ دے رہی تھیں، جو اپنے آپ کو رومن کیتھولک کہتی ہیں لیکن اس کانفرنس میں اپنے آپ کو یہودی النسل قرار دیتے ہوئے نمائندگان سے گزارش کی کہ وہ امریکہ اور اسرائیل کے خلاف نرمی برتیں لیکن خود امریکہ اور اسرائیل نے اپنی پالیسیوں کے بارے میں کسی ندامت اور پشیمانی کا اظہار نہیں کیا۔ چنانچہ میری رابنسن نے امریکہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اگر اس نے دہشت گردی کے خلاف جنگ لڑنی ہے تو اسے عملی طور پر انسانی حقوق کے احترام کی پالیسیوں کو اپنانا ہوگا۔ لیکن آپ نے کہا کہ اس کی بجائے ایسے امیگریشن قوانین استعمال کر رہا ہے جن کے تحت غیر ملکیوں کو غیر معینہ عرصہ کے لئے پابند کر پائے۔ جس میں عرب نسل کے افراد کے خلاف نسلی امتیاز برتتے ہوئے ان کو امریکہ دشمن قرار دیتے ہوئے ان کی تلاش میں ان پر زیادہ سے زیادہ پابندیاں عائد کر دے اور ان میں جن افراد کو افغانستان میں گرفتار کیا گیا اور اب وہ کیوبا کی گوانتانامو جیل میں قید ہیں۔ ان پر پوری سختی کے ساتھ ان امتیازی قوانین کو استعمال کیا جائے۔

بش انتظامیہ نے اپنے انتہاء پسندانہ نسلی قوانین کا جوڈنڈا اپنے خیالی دشمنوں پر برسانا شروع کیا ہے اس کے خلاف آواز اٹھانے میں اکیلی میری رابنسن نہیں ہیں جو مسلمہ انسانی حقوق اور بین الاقوامی انسانی اقدار کی علمبردار ہیں اور جن کے نتیجہ میں عالمی برادری ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر رہتے ہیں، امن عالم کو قائم رکھنے کی خواہش میں متحد ہے۔ ان بیسیوں امریکن رائٹرز، مصنفین، شعراء، پروفیسرز، آرٹسٹوں، دانشوروں اور "ضمیر کی آواز بلند کرنے والوں" کا بھی ذکر نہ کرو، جو اپنی حکومت کی ایسی جنگجویانہ سوچ اور پالیسی کے خلاف ہیں، جس کا کوئی مقصد اور انتہا نہیں اور ظلم و جبر کے نئے پیمانے متعین کر رہی ہے۔ معروف واہمہ شکن ناؤم چومسکی (Noam Chomsky) کا ذکر نہ کرو جس نے بش حکومت پر طنز کرتے ہوئے کہا کہ "دنیا ہماری فریڈم کے خلاف نہیں بلکہ ہماری پالیسیوں کے خلاف ہے۔ یا گور ویال Gore Vidal جو بش کی "دہشت گردی کے خلاف جنگ" کو ان معنوں میں لیتا ہے کہ جن لوگوں کے دماغوں پر جنگ کا جنون طاری ہو جائے ان کے دلوں سے صبر اور معصوم انسانوں کی زندگیوں کا احترام اٹھ جاتا ہے۔

ایسی بین الاقوامی صورت حال کے پیش نظر یہ ذرا بھی حیران کن بات نہ رہی کہ نیلسن منڈیلا جیسا بزرگ عالمی دانشور اور سیاست دان (عمر ۸۰ سال) امریکی انتظامیہ اور بش کے بارے میں اپنی اس رائے کا اظہار کئے بغیر نہ رہ سکا کہ "امریکی رویہ امن عالم کے لئے خطرہ ہے" (بحوالہ نیوز ویک ۱۱ ستمبر ۲۰۰۲) بلکہ انہوں نے تو بش کو (بحوالہ ڈیلی "مرر" لندن ۱۸ ستمبر) "عالمی بدمعاش" قرار دیا کہ امریکہ اب اپنے آپ کو ایک ایسی واحد عالمی سپر پاور خیال کرتا ہے

کہ وہ دنیا میں جو چاہے کر پائے اور کوئی اس پر انگلی نہ اٹھائے۔

منڈیلا کے لئے یہ ایک بڑا صدمہ بھی تھا کہ امریکہ میں ایک ''عنصر'' نسلی برتری کا شکار ہے اور اسی پیمانہ سے وہ دنیا کے ساتھ سلوک کر رہا ہے۔

یو این کے سابقہ آرمز انسپکٹر سکاٹ رٹر Scott Ritter کا کہنا ہے کہ جہاں تک بھاری پیمانہ پر تباہ کن اسلحہ کی تیاری کا معاملہ ہے' عراق کے بارا میں کوئی ایسی شہادت نہیں' جس سے یہ ثابت ہو سکا کہ وہ اس میں ملوث ہے اور نہ ہی بش اور ٹونی بلیئر عراق کے بارے میں کوئی ایسی شہادت مہیا کر سکے ہیں البتہ جہاں تک ہماری معلومات ہیں اسرائیل کے پاس بھاری مقدار میں تباہ کن اسلحہ موجود ہے لیکن اس پر کوئی انگلی نہیں اٹھاتا۔ چنانچہ توجہ طلب امر یہ ہے کہ ایک ملک کے بارے میں ایک معیار ہے اور دوسرے ملک کے بارے میں دوسرا معیار ہے کہ وہ سفید فام ہے اسرائیلی یعنی ''وہائٹ'' سفید فام۔

سابق امریکی صدر جمی کارٹر کو یہ بیان کرتے ہوئے بڑا دکھ ہے کہ ''امریکہ جو کچھ عرصہ قبل انسانی حقوق کا عالمی چیمپئن شمار کیا جاتا تھا اب وہ ان تمام عالمی تنظیموں اور معروف اداروں کا بری طرح ٹارگٹ بن کر رہ گیا ہے جو دنیا میں جمہوری اقدار اور انسانی حقوق کے تحفظ کی علمبردار ہیں۔ آپ نے مزید کہا کہ ''امریکہ نے اپنے جسم سے ان تمام انسانی اور اخلاقی اقدار کا جُوا اتار پھینکا ہے جو دنیا میں امن قائم رکھنے کے لئے اس کا طرۂ امتیاز سمجھا جاتا تھا۔''

انسانی حقوق اور آزادی کے خلاف امریکی انتظامیہ کے رویہ میں یہ ڈرامائی تبدیلی کیونکر ہوئی ہے؟ دونوں معنی خیز ہیں۔ کارٹر کی رائے ہے کہ ''پس پردہ قدامت پسندوں کا ایک گروہ ہے جو دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے کوشاں ہے'' لیکن نیلسن منڈیلا بڑے واضح الفاظ میں وائس پریذیڈنٹ بش (جو اختیارات کے مالک ہیں) کو غلط راہ پر ڈالا ہوا ہے اور یہ دونوں افراد جنہوں نے بش کو بری طرح گھیرے میں لیا ہوا ہے یہ دونوں ڈینسار Dinosaurs ہیں۔ ایک ایسا مہیب شکل جانور جس کی نسل دنیا سے ناپید ہو چکی ہے اور یہ نہیں چاہتے کہ صدر دور جدید کے تقاضوں کے مطابق اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکیں۔

ان دو کے علاوہ بھی بعض دیگر افراد جن میں کچھ مسلم اور عرب ہیں اپنے وقتی اور ذاتی مفادات کے تحت امریکہ کی خارجہ اور دفاعی پالیسی میں ''آلہ کار'' بنے ہوئے ہیں۔ جنہیں جمی کارٹر نے معاف نہیں کیا اور ان کے بارے میں واضح الفاظ میں کہا کہ یہ وہ مفاد پرست گروپ اور لابی ہے جو ''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' کے پردے میں اپنے لئے زیادہ سے زیادہ مفادات کے حصول میں عمل پیرا ہیں۔

یہ کہنا بے جان نہ ہوگا کہ واشنگٹن ڈی سی (امریکی دارالحکومت) اب ایسے ناعاقبت اندیش ہاتھوں میں یرغمال بن چکا ہے جو ایک عرصہ سے نہ صرف تیسری دنیا اور عرب و مسلم ممالک کو اپنے ناپاک عزائم کے مطابق دام تزویر

میں لانے کی کوششوں میں مصروف تھے بلکہ تمام دنیا کا فرعون بننے کا خواب دیکھ رہے تھے لیکن ایسے لوگوں کا عظیم المیہ ہے کہ جس انجام سے فرعون دوچار ہوا اس سے انہوں نے سبق نہیں لیا۔

''لندن ٹائمز'' کے معروف صحافی جان سمپسن John Simpson نے مسٹر بش کو مشورہ دیا ہے کہ ''وہ تاریخ سے سبق لے اور اب جب کہ آپ اقتدار اور قوت کے اعلیٰ ترین منصب پر ہیں' تو ظلم و تشدد کو نہ اپنائیں۔''

صدیوں پہلے ایک قدیم رومن سینیٹر نے بڑے دانشورانہ اور ناصحانہ انداز میں ملکویت پسند حکمرانوں کو ان الفاظ میں تنبیہ کی تھی: ''نہ تم ہمیشہ کے لئے طاقتور رہو اور نہ تمہارے دشمن ہمیشہ کے لئے کمزور''

بیورو آف انٹیلی جنس اینڈ ریسرچ کانفرنس جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے اس میں جو کچھ طے پایا' امریکی انتظامیہ نے اس پر پردہ ڈالے رکھنا ہی مناسب سمجھا۔ حالانکہ امریکی انتظامیہ کے اپنے مفاد میں تھا کہ جن امور نے اس کانفرنس کا انعقاد ضروری بنایا اور اس میں جو سفارشات طے پائیں انہیں پبلک میں لایا جائے تاکہ موافق و مخالف آراء اور انٹی امریکن رجحانات اسے معلوم ہو سکیں لیکن مسٹر باؤچر (جو غالباً امریکن انتظامیہ میں سیکرٹری انفارمیشن ہیں' نے بڑے روکھے انداز میں کانفرنس کے بارے میں اس کے ''مختلف رُخ' دنیا میں انٹی امریکن ازم کی کیا جڑیں ہیں اور ہم ان کو کن معنوں میں لیتے ہیں؟'' ذکر کیا' لیکن اس کے ساتھ یہ کہا کہ: ''امریکی انتظامیہ نے جو پالیسیاں اپنائی ہیں' کانفرنس میں طے پایا وہ ان پر بڑی سختی سے عمل پیرا رہے گی اور اس کے خلاف دنیا سے کوئی آواز سختی سے ٹھکرا دی جائے گی''

المختصر چونکہ ساری خرابی انٹی امریکن ازم ہے لہذا کوئی قوم اور کوئی ملک امریکہ کو قصوروار ٹھہرانے کی جرات نہ کرے۔ اگر کسی نے ایسی جرات کی تو امریکہ کو یہ اخلاقی حق حاصل ہے کہ وہ اپنی عظیم فوجی طاقت کے بل بوتے پر ایسے قصوروار کو کچل ڈالے۔ یہ ہمارا جرم نہیں بلکہ اس قوم اور ملک کا جرم ہوگا جو انسانی حقوق' آزادی اور وقار و عزت کے نام پر ہماری پالیسیوں کو تنقید کا نشانہ بنائے۔ اس لحاظ سے اب امریکی انتظامیہ اور اس کے حاشیہ برداروں نے اپنے آپ کو ''مقدس اور معصوم'' قرار دے ڈالا ہے کہ جس پر چاہیں اس پر ''انٹی امریکن'' ہونے کی گالی چسپاں کر کے اسے تباہ کر ڈالیں۔

بہرکیف' سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ نے ''امریکن ازم'' کے نام پر دنیا پر امریکہ کی عظمت و شوکت کا جھوٹا رعب ڈالنے کا جو ڈھونگ رچایا ہے وہ اس کی عظمت قائم کرنے کی بجائے اپنے ''باس'' Boss کا رعب جمانا ہے۔ البتہ کولن پاول کے خیالات اس بارے میں قدرے مختلف ہیں جن کو یہ حاشیہ بردار اپنے ''باس'' Boss کی عظمت و شوکت کے خلاف گردانتے ہوئے ایسے لوگوں کو حاسد' جمہوریت اور تہذیب کا دشمن اور خرابی کی جڑ قرار دیتے ہیں۔

چنانچہ گزشتہ ہفتہ (ماہ ستمبر میں) بش نے کانگریس کو اپنا پلان بھیجا کہ اس کی انتظامیہ مخالفین سے نبٹنا چاہتی ہے کہ یہ ''مخالفین'' ''خرابی کی جڑ'' ہیں۔ ''جمہوریت سے نفرت کرتے ہیں'' اور ''تہذیب کے دشمن'' ہیں اور ان

مخالفین اور دشمنوں کو فوجی قوت اور طاقت کے استعمال کے ذریعہ ختم کیا جاسکتا ہے۔ اس کا کہنا تھا کہ

''آج امریکہ کو بے مثال فوجی قوت' عظیم اقتصادی برتری اور سیاسی بالادستی حاصل ہے لہذا بہتر ہوگا کہ ہم اپنے خلاف کسی ابھرتے خطرے کو اسے خطرہ بننے سے قبل ختم کردیں اور اس کیلئے صرف اور صرف طاقت کا استعمال ضروری ہے اور دیگر کوئی راہ ممکن نہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کون امریکہ سے نفرت کرتے ہیں اور جس کا امریکہ طلبگار ہے۔''

32 صفحہ کی اس پالیسی دستاویز جسے امریکہ کی نیشنل سیکورٹی حکمت عملی قرار دیا گیا ہے' سرد جنگ کے ذریعہ اپنا مقصد حاصل کرنے کے ذریعہ کو بے سود قرار دیا گیا ہے اور اب ''امریکن انٹر نیشنلزم'' کے معنی یہ ہیں کہ امریکہ اپنی فوجی بالادستی کے خلاف کسی فرد کو اجازت نہیں دے گا اور نہ ہی کسی ملک کو اپنی ''ملٹری بلڈاپ'' Military Build up کی اجازت دے گا۔ اس امید پر کہ وہ امریکہ کے برابر یا اس سے قوی تر ہو جائے۔

چنانچہ اس دستاویز کو کانگریس میں پیش کرتے ہوئے آپ نے یہ اجازت طلب کی کہ آپ اپنے مفروضہ فوری یا مستقبل میں ہونے والے ممکنہ دشمن کے خلاف فوجی طاقت استعمال کرسکیں جو ان کے خیال میں امریکہ کی عالمی بالادستی کے لئے خطرہ ہوسکتا ہے۔

اس بارے میں آپ نے اپنی اس دستاویز میں یہ واضح کیا کہ:

''اگرچہ اس سلسلے میں عالمی برادری کا تعاون حاصل ہونا چاہیے' لیکن اگر عالمی برادری ہمیں سپورٹ نہیں کرتی اور ہماری مخالفت کرتی ہے تب بھی ہمیں اپنی پالیسی کے مطابق اکیلے عمل کرنے میں تامل نہیں ہوگا۔''

اس دستاویز میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ ''جو ممالک ہمارا نشانہ ہیں' وہ ہمارے لئے باعث خطرہ نہیں لیکن ہم محسوس کرتے ہیں کہ جیسا ہم چاہتے ہیں اس کے مطابق چلنے کیلئے تیار نہیں لہذا ان کو راستہ سے ہٹایا جانا ضروری ہے۔

بہ الفاظ دیگر ایک ملک کہ نہ تو وہ امریکہ سے جنگ کا خواہاں ہے' نہ ہی ایسے مہلک ہتھیاروں کی تیاری میں مصروف ہے جو کہ نہ ہماری تباہی کا موجب ہوں' نہ ہی کسی ''دہشت گرد گروہ'' کو پناہ دینے کا مجرم ہے' لیکن اس کا حکمران امریکہ کا پسندیدہ نہیں جو امریکہ کی مرضی کے مطابق اس کے ہدایات پر عمل پیرا نہ ہونے میں کوتاہ ہے' لہذا ضروری ہے کہ واشنگٹن اسے سزا دے''

چنانچہ ستمبر کے اواخر تک اس نے کروز میزائل' ڈیزی کٹر بم عراق پر برسا کر اپنا مقصد حاصل کرنا میں کوئی کوتاہی نہیں برتی اور نہ ہی اس کے بعد جبکہ وقتاً فوقتاً یہ عمل جاری ہے' لیکن اس کے ساتھ عالم اسلام کو اپنا ہمنوا بنانے کیلئے میڈیا کے ذریعہ نفسیاتی جنگ' آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کے ذریعہ مختلف شعبوں میں امداد کو بھی ''نیو امریکن انٹرنیشنلزم'' قبول کرنے کے لئے استعمال کیا' کہ دنیا بالخصوص عالم اسلام امریکہ کی پناہ میں اپنی عافیت سمجھے جس میں ان کے لئے یہ پیغام ہے کہ ''اگر تم نیو امریکن انٹرنیشنلزم کے اس فلسفہ کو نہ اپناؤ گے تو امریکہ میں ایک خوف کی فضا میں رہو گے''

لیکن اپنی جگہ پر یہ سوال قائم رہتا ہے کہ: ''امریکہ (نیو امریکن انٹرنیشنلزم کی آڑ میں) باقی دنیا سے کیوں نفرت کرتا ہے؟''

اسکے ساتھ ''امپیکٹ'' کا یہ اہم آرٹیکل ختم ہے۔ اس بارے میں راقم الحروف کی رائے ہے: ''نیو امریکن انٹرنیشنلزم'' کے نام پر پس پردہ دیگر افراد کا آلہ کار بن کر امریکی فرعون بش اپنی بالادستی کو دنیا پر مسلط کرنے کی کوشش کرے گا۔ باقی دنیا کی اس سے اور امریکہ سے نفرت میں اضافہ ہوگا۔ مناسب ہوگا کہ بش کی اس تقریر کو بھی یہاں پیش کردیا جائے جو اس نے صدر بننے سے قبل کی تھی جو کافی دلچسپ ہے:

آج کی دنیا ایسی دنیا ہے جو ماضی کے مقابلہ میں غیر یقینی صورت حال سے دوچار ہے۔ ماضی میں ہم پُر یقین تھے کہ صرف روس ہمارا مد مقابل ہے' اس پر ہم پر یقین تھے۔ لہٰذا امن قائم رکھنے کیلئے بڑے پیانے پر دوسرے کے خلاف نیوکلیئر اسلحہ تیار کیا گیا۔

اب یوں تو آج کی دنیا غیر یقینی صورت حال کی دنیا ہے لیکن بعض باتوں میں ہم پُر یقین ہیں کہ کہ ایک ابلیسی طاقت (روس) ختم ہو چکی ہے لیکن ابلیسیت ابھی ختم نہیں ہوئی۔ ہم اس بارے میں بھی پُر یقین ہیں کہ کچھ ایسے لوگ ہیں جن کی امریکہ کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں اور ان کو ختم کرنا ہمارے لئے کوئی مشکل بھی نہیں ہم اس بارے میں بھی پر یقین ہیں کہ اس دنیا میں کچھ پاگل آدمی ہیں' جن کے پاس میزائل ہیں اور دہشت گرد ہیں۔ لیکن امن قائم رکھنے کے بارے میں پر یقین ہوں جس کے لئے بلند مورال کی ملٹری کا ہونا بہتر ہے۔''

البتہ میں پُر یقین ہوں کہ اس کی انتظامیہ کے تحت ملٹری کا مورال خطرناک حد تک پست ہے......۳۱ مئی ۲۰۰۰ء

یہ مضمون آج سے چار سال قبل کا ہے' جب بش جیسا کہ اس مضمون سے ظاہر ہے کہ بڑے غرور و تکبر کے ساتھ اولاً افغانستان اور بعد ازاں عراق پر حملہ آور ہوا تھا کہ دہشت گردی کا نام لے کر اس نے ان دو ممالک کو اپنی خوفناک بمباری کے ساتھ جارحیت کا نشانہ بنایا ہے' ان دونوں ممالک پر پوری شان و شوکت کے امریکی علمبرداری کے تحت امریکہ کا جھنڈا لہراتا نظر آئے گا۔ اور اس کے بعد دیگر سر پھرے اسلامی ممالک کو بھی اپنی جارحیت کا نشانہ بنا سکے گا۔ لہٰذا یہ مضمون اس تناظر میں مطالعہ کیا جائے کہ ایک ملا (Mullah) کی قیادت میں چند ہزار طالبان نے اپنی بے مثال قوت ایمانی سے واحد عالمی سپر پاور کے حکمران کے غرور و تکبر کو خاک میں ملا دیا ہے۔

آپ اپنے مضامین بذریعہ ای میل بھی بھیج سکتے ہیں

editor_alhaq@yahoo.com